۱۴۴واں باب

[نصف اوّل ۳ہجری]

مدینے میں زندگی کا کارواں

[متوقع جنگ کے بادلوں میں معمول کے مطابق زندگی کا کارواں]

۵۶ غزوہ بنی سلیم یا غزوہ قرقرۃ الکدر

۵۷ رسول اللہ ﷺ کی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی

۵۹ زیدؓ کی شادی کے لیے فکر مندی

۵۹ عثمان ابن مظعون رضی اللہ عنہ کا انتقال

۶۰ عثمان ابن مظعون رضی اللہ عنہ کا زہد و تقویٰ

۶۳ غزوۂ سویق

۶۵ غزوۂ ذی امر یا غزوہ غطفان یا غزوہ انمار [محرم ۳ھ]

۶۶ سیّدہ ام کلثومؓ کا سیّدنا عثمانؓ بن عفان سے نکاح

۶۷ غزوہ بحران

۶۷ فحش گو شاعر کا قتل

۶۸ یہود کے ساتھ معاہدہ

۶۹ منافقین کی ہزیمت

۶۹ حفصہؓ کی عدت کی تکمیل پر رسول اللہ ﷺ سے شادی

۷۰ حفاظتِ قرآن و حدیث

۷۰ کھجور کے درخت کا تنازعہ

۷۲ آیاتِ اظہارِ دین

۱۴۴واں باب

مدینے میں زندگی کا کارواں

[متوقع جنگ کے بادلوں میں معمول کے مطابق زندگی کا کارواں]

غزوہ بنی سلیم یا غزوہ قرقرۃ الکدر

بدر سے واپسی کے بعد عید کو گزرے دو چار روز ہی ہوئے تھے (یعنی شوال ۲ ہجری کے پہلے ہفتے میں) کہ ریاستِ مدینہ کے سربراہ کے متعین خبر رسانوں نے خبر دی کہ قبیلۂ غطفان کی شاخ بنو سُلیم کے لوگ مدینے پر چڑھائی کے لیے فوج جمع کر رہے ہیں۔ اس فتنے کے بڑھ جانے سے پہلے ہی اس کی سرکوبی کے لیے نبی ﷺ نے ابنِ ام مکتومؓ کو مدینے کا انتظام سونپا، دو سو سواروں کو اپنے ساتھ لیا اور اچانک حملے کے لیے دیارِ بنو سلیم میں اُن کے ڈیروں پر جا پہنچے۔ بنو سلیم اس اچانک اُفتاد سے حواس باختہ ہو کر بھاگ نکلے۔ افراتفری کے عالم میں وادی کے اندر پانچ سو اونٹ چھوڑ گئے، جو اُس وقت کے اعتبار سے ایک بڑی دولت تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے چند روز قبل میدانِ بدر میں نازل ہونے والی سورہ انفال کے احکام کے مطابق اس میں سے خمس [میدانِ جنگ میں ہاتھ لگنے والے دشمن کے مقبوضہ مال کا پانچواں حصہ] نکال کر بقیہ مالِ غنیمت اپنے ساتھ آنے والے مجاہدین میں تقسیم کر دیا۔ یوں ۵۰۰ اونٹوں میں سے سو اونٹ سرکاری خزانے میں سرکاری کاموں بشمول رفاہ عامہ کے کاموں اور دشمنوں سے مزید جنگ کی تیاری کے لیے رکھ لیے گئے باقی چار سو اونٹ دو سو مجاہدین میں تقسیم کیے تو ہر ایک کے حصے میں دو (۲) اونٹ آئے۔

اس غزوے میں یسار نامی ایک شخص بھی گرفتار ہوا جو دراصل دشمنوں کا غلام تھا۔ آپؐ نے اُسے آزاد کر دیا۔ اس کے بعد مسلمان فوج اپنے نبیؐ کے حکم پر دیار بنو سلیم میں تین روز قیام فرما کر مدینہ واپس پلٹ آئی۔ جہاں حملہ آور فوج نے ۵۰۰ اونٹ پکڑے، وہیں قرقرۃ الکدر نامی ایک تالاب تھا۔ [قرقرہ دراصل ہموار زمین کو اور کدر ایک خاکستری رنگ کے پرندے کا نام ہے] اس تالاب کے حوالے سے لوگوں نے اس مہم کو غزوہ قرقرۃ الکدر کے نام سے یاد کیا اور بعض لوگوں نے اس کو غزوہ بنو سلیم کہا، درحقیقت یہ دونوں ایک ہی مہم کے دو مختلف نام ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی

رسول اللہ ﷺ کی بیٹیوں میں دو ابھی تک غیر شادی شدہ تھیں، اُمِ کلثومؓ اور فاطمہؓ۔ رقیہؓ کی موت کے بعد نبی ﷺ نے اپنی دوسری بیٹی اُمِ کلثومؓ کو اپنے رفیق اور سابق داماد، عثمانؓ بن عفان کے نکاح میں دینے کا فیصلہ کر لیا۔ یقیناً یہ فیصلہ بیٹی کی مرضی سے ہی کیا گیا ہو گا۔ فاطمہؓ سب سے چھوٹی تھیں اب ان کی عمر تقریباً اٹھارہ (۱۸) سال ہونے کو آئی تھی، رسول اللہ ﷺ چاہتے تھے کہ اب اُن کی بھی شادی ہو جائے۔ رسول اللہ ﷺ اپنے خاندان میں اس خیال کا اظہار بھی فرما چکے تھے کہ علیؓ اُن کے لیے بہترین داماد ہو سکتے ہیں۔ وہ آپؐ کے تربیت یافتہ تھے، آپؐ ہی کی سرپرستی میں بڑے ہوئے، بلند سیرت و کردار کے مالک ہونے کے ساتھ بہادر اور جنگ جو تھے۔ اِن امور اور اپنے بھائی کی پسندیدگی سے وہ خود آگاہ تھے لیکن انھیں ابھی تک بوجوہ ہمت نہیں ہو رہی تھی کہ وہ باقاعدہ رشتہ دیں۔ اُس کی ایک بڑی وجہ یہ تھی کہ اُن کے پاس شادی کی ناگزیر ضروریات جیسے دلھن کے لیے اچھا لباس، رہائش مہر اور ولیمے کے لیے مالی وسائل نہیں تھے۔

اشاروں میں آپؐ نے علیؓ کو حوصلہ دیا اور مناسب گفتگو کی تاکہ وہ رشتہ کا رسمی مطالبہ کر سکیں۔ شروع میں علی کو اپنی طبعی شرم و حیا کی وجہ سے کچھ جھجک تھی لیکن چوں کہ علیؓ نے مسجد سے تھوڑے ہی فاصلہ پر ایک معمولی قسم کا چھوٹا سا گھر تو بنا ہی لیا تھا، اُنھوں نے رشتے کی درخواست کی ہمت کر لی اور اپنے مربی اور اپنے بھائی سے رشتہ مانگ ہی لیا۔ جو فوراً قبول بھی کر لیا گیا۔

رسول اللہ ﷺ نے انتظامات کو انجام دینے میں بحیثیت سرپرست علیؓ سے دریافت کیا کہ تمھارے پاس کیا ہے۔ علیؓ نے کہا کہ کچھ نہیں [آپؐ کی مراد تھی مال و دولت سے نہ کہ اسلحہ سے]، رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کہ بدر سے مالِ غنیمت میں ملی زرہ ہے؟ جواب دیا کہ وہ ہے۔ آپؐ نے اُسے فروخت کر کے ملنے والی رقم سے انتظامات انجام دینے کی ہدایت فرمائی اور تاکید کی کہ ولیمہ ضرور کرنا۔ اِن تاریخی روایات سے گمان ہوتا ہے کہ چند روز قبل غزوہ قرقرۃ الکدر میں ہر سپاہی کو ملنے والے دو اونٹ علیؓ فروخت کر چکے یا فی سبیل اللہ کہیں خیرات کر چکے ہوں گے یا پھر یہ کہ دیگر ذمہ داریوں کی بنا پر آپ غزوہ میں شریک نہیں رہے ہوں گے۔

ام سلمہؓ، عائشہؓ کے ہم راہ دولھا کے گھر گئیں تاکہ شادی کے لیے گھر کو سنواریں اور کچھ کھانا پکا دیں۔ ندی کی تہ کی نرم ریت لا کر مکان کے فرش پر بچھائی گئی حجلہ عروسی بھیڑ کی کھال کا تھا اور اس پر یمن سے آیا ہوا دھاری دار

غلاف بچھایا گیا۔ چمڑے کے تکیہ غلاف میں کھجور کے ریشے بھر دئے گئے۔ بس یہ کل آرائش تھی۔

نکاح سادگی کے ساتھ انجام پایا، نکاح کی تقریب کی تفاصیل کتب میں نہیں ملتی ہیں۔ رسولؐ اللہ نے جس تہذیب و تمدن کو رواج دیا اُس میں رخصتی کے بعد دوسرے روز ولیمہ ہی شادی کی اصل اور واحد تقریب ہے۔ رخصتی کے بعد شام میں کچھ عزیز و اقارب علیؓ کے گھر پر جمع تھے جس وقت رسولؐ اللہ، علی کے گھر سے رخصت ہوئے تو یہ دوسرے لوگوں کے لیے بھی اشارہ تھا کہ اب دولہا دلہن کو اکیلا چھوڑ دیا جائے۔ کچھ دیر بعد آپؐ واپس تشریف لائے ام ایمنؓ، اُسامہؓ کی والدہ اور آپؐ کے منہ بولے بیٹے زید کی زوجہ تھیں اور ایّام طفولیت میں آپ ﷺ کی پرورش کرنے والی آیا ابھی تک وہاں چھوٹے موٹے کاموں کے لیے موجود تھیں۔

رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں گنتی کی چند ہستیوں سے آپ کا بڑا گہرا ذاتی تعلق تھا، ایسا تعلق کہ جس میں اُس ہستی کے علاوہ کوئی دوسرا شریک نہیں ہوتا تھا، اس نوع کے خصوصی تعلق میں ام ایمنؓ کا نام بھی تھا۔ جب کچھ دیر بعد آپؐ نے اپنے داماد کے گھر میں آنے کی اجازت مانگی تو دروازہ پر وہی آئیں۔

آپؐ نے پوچھا میرا بھائی کہاں ہے؟

میرے ماں باپ آپؐ پر فدا کون ہے آپؐ کا بھائی؟ ام ایمنؓ نے پوچھا [اگرچہ جانتی تھیں کہ وہ کس کو پوچھ رہے ہیں]

آپؐ نے فرمایا علیؓ ابن ابی طالب!

ام ایمنؓ بولیں وہ اب کیوں کر آپؐ کے بھائی ہوئے؟ ابھی تو آپؐ نے اپنی بیٹی سے اُن کا نکاح کیا ہے!

آپؐ نے فرمایا وہ وہی ہے جو میں نے کہا ہے۔

علیؓ آپؐ کے پاس آ گئے اور پھر فاطمہؓ بھی دلہنوں کی طرح لڑکھڑاتی ہوئی آہستہ آہستہ آ گئیں۔ دونوں آپؐ کے سامنے بیٹھ گئے۔ پھر آپؐ نے ام ایمنؓ سے تھوڑا سا پانی منگوایا۔ اور تھوڑا سا پانی اپنے ہاتھ میں لے کر علیؓ کے کندھوں سینے اور بازوؤں پر چھڑکا پھر آپؐ نے فاطمہؓ کو طلب کیا وہ اپنے والد کے رعب و احترام میں لڑکھڑائی ہوئی آہستہ آہستہ قریب آئیں رسول اللہ نے اُن پر بھی یہ پانی چھڑکا اور ان دونوں کو دنیا اور آخرت میں بہتر مستقبل کی دعا دی۔

دوسرے روز دعوت ولیمہ کے لیے ایک دنبہ ذبح کیا گیا اور انصار میں سے چند لوگوں نے اناج کا نذرانہ پیش کیا تھا، سارے کام آسانی سے ہو گئے۔ ابو سلمہؓ جو دولہا اور دولہن دونوں کے رشتہ دار تھے اور علیؓ کی مدد کرنے

میں پیش پیش تھے علیؓ کے والد کے ابو سلمہؓ پر بہت احسانات تھے ابو طالب نے انھیں ابو جہل اور اس کے خاندان کے دیگر افراد کے مظالم سے بچایا تھا۔ ولیمہ میں دنبے کے گوشت کے سالن کے علاوہ کھجور اور انجیر کے ساتھ مشکیزوں میں خوشبو سے مہکتا پانی بھی مہمانوں کو پیش کیا۔ جیسا کہ بیان کیا جاتا ہے کہ اپنی ساری سادگی کے باوجود یہ ولیمہ اس دور کے یاد رکھے جانے والے بہترین ولیموں میں سے ایک تھا۔

زیدؓ کی شادی کے لیے فکر مندی

اُمِّ ایمنؓ، رسول اللہ ﷺ کے والد کی کنیز تھیں اور انھوں نے ہی آپؐ کی شیر خواری میں آپؐ کی آیا کے فرائض ادا کیے تھے، آپ ﷺ ان کو نہایت محبوب رکھتے تھے، اور ماں کہہ کر پکارتے تھے، ایک روز آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص کسی جنتی عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہے تو اس کو اُمّ ایمنؓ سے نکاح کرنا چاہیے، زیدؓ نے رسول اللہ ﷺ کی خوش نودی کے اس موقع سے فایدہ اُٹھا کر ان سے شادی کر لی۔

اُسامہ بن زیدؓ اُن کے بطن سے مکہ میں پیدا ہوئے اور اپنے والد کے بعد حِبِّ رسول اللہ ﷺ کے لقب سے مشہور ہوئے۔ زیدؓ خود ایک اعلیٰ خاندان سے تھے، خوب شکل اور گورے نوجوان، علیؓ کے ہم عمر۔ جب آپؐ نے بیٹی کی شادی اپنے زیرِ پرورش کزن سے کی تو آپؐ کو اپنے منہ بولے بیٹے کے بارے میں بھی یہ خیال آیا کہ اس کی بھی اس کی عمر اور خاندانی وجاہت کی مناسبت سے کسی اچھی لڑکی سے شادی ہونی چاہیے۔ فوری طور پر سوائے اپنی کزن زینبؓ کے علاوہ کوئی اور نام آپؐ کے ذہن میں نہیں آتا تھا، مگر یہ خیال بھی آتا ہو گا کہ زینب تو نجیب الطرفین قریشی ہیں اور زید پر تو غلامی کی تہمت لگ چکی ہے، کیا زینبؓ اس رشتے پر خوش ہوں گی؟ آپؐ زیدؓ کی اچھی جگہ شادی کے ساتھ یہ بھی چاہتے تھے کہ مسلم معاشرے میں غلامی ختم ہو، غلاموں کو بھی انسانی مرتبے اور اُن کے کردار اور نیکی کے حوالے سے پہچانا جائے۔ فوری طور پر اس شوال کے مہینے میں رشتہ پیام نہیں ہوا، لیکن ایک سلگتا معاملہ آپؐ کے ذہن میں رہ گیا، جب اس پر آنے والے قریبی دنوں میں اقدامات ہوں گے تو انسانی معاشرتی زندگی کی تاریخ پر تا قیامت اُس کے اثرات محسوس کیے اور یاد رکھے جائیں گے، اُن کا تذکرہ اِن شاء اللہ بعد میں ہو گا۔

عثمان ابن مظعون رضی اللہ عنہ کا انتقال

غزوہ قرقرۃ الکدر اور پھر فاطمہؓ اور علیؓ کی شادی کے چند روز بعد ہی نبی اکرم ﷺ کے محبوب ترین اور خاندانی تعلقات کے اعتبار سے بڑے قریبی لوگوں میں سے ایک، ابھی تین ہفتے قبل بدر میں شرکت کر کے

واپس آنے والے دوست جناب عثمان ابن مظعون رضی اللہ عنہ کی موت کا وقت آ گیا۔ آپؐ اُن کے گھر پہنچے میت کو دیکھا، چہرے کا بوسہ لیا اور روئے یہاں تک کہ آپؐ کے مبارک آنسو سیدنا عثمان کے چہرے پر بہنے لگے اور صحابہ رضی اللہ عنہم بھی رو دیئے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :اے ابو سائب! تم اس دنیا سے اس طرح چلے گئے کہ تم نے اس کی کسی چیز سے تعلق نہ رکھا۔[عثمان ابن مظعون رضی اللہ عنہ کی کنیت اَبُوالسّائِب ہے۔]

صرف مرحوم عثمانؓ ہی نہیں ان کی زوجہ خولہ رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ سے بہت قرب حاصل تھا۔ رسول اللہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہمراہ خولہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور شوہر کے مر جانے پر اُن کے بہتے ہوئے آنسوؤں کو دیکھا۔ نبی رحمتؐ کے لیے عثمانؓ کی وفات ہی محض ایک صدمہ نہ تھی خولہؓ کا بیوہ ہو جانا بھی ایک بڑا غم تھا۔ قارئین کو یاد ہو گا کہ یہ وہی خولہؓ ہیں جنھوں نے خدیجہؓ کی وفات کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خانگی مشکلات کا اندازہ کر کے آپؐ کے لیے سودہ اور عائشہ رضی اللہ عنہما کے رشتے آپؐ کو تجویز کیے اور آپؐ کی منظوری کے بعد دونوں گھرانوں کے سامنے یہ پیام رکھے اور آپؐ کی دونوں شادیوں میں سرگرم رہیں تاکہ خانگی معاملات اور لڑکیوں کی دیکھ بھال کی فکر سے آزاد ہو کر اللہ کا رسول تبلیغِ دین اور اقامتِ دین کے کاموں کے لیے وقف رہے۔

عثمان ابن مظعون رضی اللہ عنہ کا زہد و تقویٰ

تمام اصحاب رضی اللہ عنہم میں عثمان بن مظعونؓ بڑے ہی زاہد اور گوشہ نشیں تھے اسلام سے پہلے بھی وہ ترک دنیا اور زہد و عبادت میں مشہور تھے جب سے ہجرت کر کے مدینہ آئے تھے تو نفسانی خواہشات کے خاتمے کے لیے انہوں نے رسول اللہ سے خصی ہونے کی اجازت چاہی تاکہ باقی زندگی جنسی خواہشات سے آزاد ہو کر زیادہ انہاک کے ساتھ عبادت میں گزاریں رسول اللہ نے اُنھیں اِس کی اجازت نہیں دی اور اس کام کو ناپسندیدہ جانا۔

ایک مرتبہ خولہ رضی اللہ عنہا خاندانِ نبوت میں آئیں تو ازواجِ نبیؐ نے دیکھا کہ نہ مہندی ہے نہ کاجل اور نہ ہی دوسری عورتوں کی مانند کسی نوع کا بناؤ سنگھار کیا ہوا ہے، انھوں نے اُن سے دریافت کیا کہ عثمانؓ تو مال دار آدمی ہیں، اُن کی چاہت کے آثار تم پر نظر نہیں آ رہے؟ خولہؓ نے کہا کہ عثمان کو میری کیا ضرورت وہ دن کو روزہ اور رات کو عبادت میں مصروف رہتے ہیں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی ازواج سے اِس بات کا علم ہوا تو آپؐ عثمان بن مظعونؓ کے پاس گئے اور اُن سے پوچھا کہ کیا ایسا ہی ہے جیسا مجھے معلوم ہوا ہے؟ جب انھوں نے اِس کی تصدیق کی تو آپؐ نے اُن سے کہا کہ کیا تم کو میری ذات میں ایک اچھا نمونہ نہیں ملتا میں عورتوں کے پاس جاتا ہوں گوشت کھاتا ہوں روزہ رکھتا بھی ہوں اور نہیں بھی رکھتا۔ وہ میری امت میں سے نہیں جو مَردوں کو

خصی کرے یا خود خصی ہونا چاہے۔ لیکن رسول اللہ کو احساس تھا کہ عثمانؓ نے ان کی بات کو پوری طرح نہیں سمجھا اس لیے ایک اور موقع پر عثمانؓ سے سوال کیا کہ کیا تمھیں میری ذات میں کوئی نمونہ نہیں ملتا عثمانؓ نے پر جوش لہجے میں اثبات میں جواب دیا اور دریافت کیا کہ ان سے کوئی ایسی غلطی ہوگئی ہے جو آپؐ نے یہ پوچھنا ضروری سمجھا۔ رسولؐ اللہ نے فرمایا تم روزانہ روزہ رکھتے ہو اور نوافل میں رات بھر جاگتے ہو انہوں نے کہا کہ ہاں واقعی ایسا کرتا ہوں، میں نے آپؐ کو بار ہا روزے اور شب بیداری کے فضائل بیان کرتے سنا ہے آپؐ نے فرمایا ایسا نہ کرو کیوں کہ تمھاری آنکھوں کے بھی تم پر حقوق ہیں اور تمھارے جسم کے بھی تمھارے گھر والوں کے بھی تم پر حقوق ہیں پس نماز بھی پڑھو اور آرام بھی کرو روزہ رکھو بھی اور روزہ نہیں بھی رکھو۔ اسی مضمون کی ایک متفق علیہ مشہور حدیث ہے جو اکثر خطبہ نکاح میں لوگ پڑھتے ہیں[6]۔

عثمان ابن مظعون رضی اللہ عنہ کی میّت میں ایک بوڑھی خاتون نے مرنے والے کے سرہانے کہا کہ خوش ہو جاو اے ابو سائب [عثمان ابن مظعون رضی اللہ عنہ کی کنیت] جنت تمھاری ہے تو رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے مڑ کر پوچھا تم کو یہ بات کیسے معلوم ہوئی؟ اس عورت نے احتجاجاً کہا اے رسول اللہ یہ ابو السائب ہیں [جن کی تقوے اور پرہیز گاری اور دنیا سے لاتعلقی کی مثال نہیں ہے] آپؐ نے فرمایا اللہ کی قسم ہم ان کے بارے میں کوئی بات نیکی اور بھلائی کے سوا نہیں جانتے پھر یہ واضح کرنے کے لیے کہ آپؐ کا سوالیہ انداز محض اس لیے تھا کہ اُس نے ایسی بات کہہ دی جس کا نہ اُسے حق حاصل تھا اور نہ ہی اُس کے پاس کوئی ایسا ذریعہ معلومات تھا کہ وہ عثمان بن مظعونؓ کے یقینی طور پر جنت میں ہونے کا اعلان کر سکتی۔ آپؐ اس کی جانب مڑے اور فرمایا کہ تمھارے لیے یہ کہنا کافی ہوتا کہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتے تھے۔ اس بات میں آج اُن سادہ لوح مریدوں کے یے بڑا سبق ہے جو

۶ عن أنس بن مالك ـ رضی الله عنه ـ أن نفرًا من أصحاب النبی ـ صلی الله علیه وسلم ـ سألوا أزواج النبی ـ صلی الله علیه وسلم ـ عن عمله فی السر ، فقال بعضهم: لا أتزوج النساء. وقال بعضهم: لا آكل اللحم. وقال بعضهم: لا أنام علی فراش. فبلغ ذلك النبی ـ صلی الله علیه وسلم ـ فحمد الله وأثنی علیه، وقال: «ما بال أقوام قالوا كذا ، لكنی أصلی وأنام وأصوم وأفطر، وأتزوج النساء؛ فمن رغب عن سنتی فلیس منی [متفق علیه] "لوگوں نے امہات المومنین سے آپؐ کے اعمال کی نسبت سوال کیا پھر بعض نے کہا کہ ہم گوشت نہیں کھائیں گے بعض نے کہا ہم نکاح نہیں کریں گے بعض نے کہا ہم بستر پر سوئیں گے ہی نہیں، جب یہ واقعہ نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے گوش گزار ہوا تو آپ نے فرمایا ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ ان میں سے بعض یوں کہتے ہیں حالانکہ میں روزہ رکھتا ہوں اور نہیں بھی رکھتا، سوتا بھی ہوں اور تہجد بھی پڑھتا ہوں، گوشت بھی کھاتا ہوں اور نکاح بھی کئے ہوئے ہوں جو میری سنت سے منہ موڑے وہ میرا نہیں۔

نذرانے چڑھا کر اپنے پیروں سے جنت کے سرٹیفکٹ حاصل کرتے ہیں۔ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم جب کسی کے جنت میں ہونے کی تصدیق فرماتے تو وہ اللہ کی جانب سے حاصل ہونے والی وحی کی بنیاد پر ایسا کرتے تھے۔ آپؐ کے بعد کسی پر وحی نہیں آنی، سِوائے جعلی پیروں اور صوفیا کے اوپر شیطان کے وسوسوں سے، جنھیں وہ الہام گردانتے ہیں!

عثمان ابن مظعونؓ کی موت پر عمر بن الخطابؓ کو تعجب ہوا کہ اُس نے، جس کی عبادت اور پرہیز گاری بے مثال تھی کیوں نہ اللہ نے اُسے شہادت کی موت سے نوازا[۷]؟

قطع نظر عمر رضی اللہ عنہ کے خیال کے صحیح یا غلط ہونے سے، اُن کا یہ گمان اِس بات کا اظہار ہے کہ اُس دور میں صحابہ کے درمیان شہادت کا کیا شوق تھا؟ کہ بستر پر مرنے والے کو بلند مرتبہ نہ گمان کرتے تھے، اور شہادت کا یہ شوق اس لیے تھا کہ آخرت پر اور وہاں کی ابدی کامیابی یا وہاں کی ابدی ناکامی پر اُن کا عقیدہ ایسا ہی تھا جیسا کہ آنکھوں دیکھی ہوئی حقیقتوں کا یقین ہوتا ہے، جیسے برف کے ٹھنڈے ہونے اور آگ کے گرم ہونے کا یقین۔

"عمر بن الخطابؓ نے اس بات کا اعتراف کیا کہ عثمان بن مظعونؓ کو میدان جنگ میں شہادت کا مرتبہ نہ ملنے کے باعث ان کے دل میں اُن کے لیے احترام کا وہ جذبہ متزلزل ہو گیا تھا جو اُن کی عبادت وجاں نثاری کے باعث اُن کے لیے تھا۔ وہ کہتے ہیں کہ میرا جذبہ احترام اتنا کم ہو گیا کہ اس کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا میں نے کہا اس شخص کو دیکھو دنیاوی اشیا سے احتراز کرنے میں ہمارے درمیان کتنا متشدد تھا لیکن شہادت کی بجائے عام موت مرا عمرؓ کی نگاہ میں عثمانؓ کی یہ حیثیت اُس وقت تک ہی رہی جب تک انہوں نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کو فطری موت پاتے ہوئے نہ دیکھ لیا، پھر انہوں نے اپنے آپ کو ملامت کی کہ بعض اقدار کے حقیقی شعور کی ان میں کتنی کمی تھی اور اپنے جی میں کہا ہم میں سے بہترین بھی معمول کی موت مرتے ہیں اس سے ان کی مراد فطری موت تھی اور اس حقیقت کے اوراک کے بعد ان کے دل میں عثمان ابن مظعونؓ کا حقیقی مرتبہ واپس آگیا "۔ ابنِ سعد ۱/۳ ۹۰-۲۸۹ بحوالہ محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، مارٹن لنگز۔

---

۷ عن الأسود بن سريع قال: «لما مات عثمان بن مظعون أشفق المسلمون عليه، فلما مات إبراهيم بن رسول الله - صلى الله عليه وسلم - قال: " الحق بسلفنا الصالح: عثمان بن مظعون" (رواه الطبراني، ورجاله ثقات مجمع الزوائد - جب سیدنا عثمان بن مظعون فوت ہوئے تو لوگوں کو ان کے متعلق اندیشے تھے، جب کچھ عرصہ بعد جب نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے بیٹے سیدنا ابراہیمؓ فوت ہوئے تو رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: ہمارے آگے جانے والے بہترین اور نیک سلف یعنی عثمان بن مظعونؓ سے جاملو، پس اس بات سے ان کا جنتی ہونا ثابت ہو گیا۔

آپ ؓ کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا، جنت البقیع میں دفن ہونے والے آپ پہلے مرد مہاجر صحابی ہیں، ایک مہینہ قبل رقیہ ؓ یہاں تدفین کی سعادت پا چکی تھیں، یوں وہ، خواتین میں اوّلین تھیں۔ تمام انسانوں میں سب سے پہلے اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کو یہاں دفن ہونے کی سعادت ملی تھی۔ اسعد ؓ بن زرارہ تو ریاستِ مدینہ کے یکے از بانیانِ مدینۃ النبی ﷺ[۸] تھے اور جوانی ہی میں تعمیر مسجدِ نبوی کے ایّام کے دوران اپنے رب کے پاس بلا لیے گئے تھے۔

غزوہ سویق

بیشتر اکابرین قریش کے بدر کی جنگ کے نتیجے میں قتل ہو جانے اور ابو لہب کے مر جانے کے بعد قریش کی سربراہی کا تاج، جنگی مقاصد کے لیے تجارتی قافلے کو کامیابی سے واپس لانے والے شخص ابو سفیان کے سر پر منڈھ دیا تھا۔ اُس کا ایک بیٹا بدر میں مارا گیا تھا اور ایک مدینے میں گرفتار تھا۔ اپنی سرداری کا وقار قایم رکھنے کے لیے اُس نے اعلان کیا کہ جب تک مدینہ پر حملہ کر کے وہ بدر کا بدلہ نہ لے لے وہ ہم بستری نہ کرے گا اور نہ ہی اپنے بیٹے کو مسلمانوں کی قید سے چھڑانے کے لیے کوئی رقم مسلمانوں کو دے گا۔ کرنے کو اعلان تو کر دیا لیکن طویل عرصے اس پر قایم رہنا اُس کے بس کی بات نہ تھی۔ دونوں اعلانات پر حقیقتاً عمل درآمد سے بچنے کے لیے اُس نے مختلف بہانوں اور تدابیر سے ایسے ظاہری اقدامات کیے جن سے وہ اعلانات کی خلاف ورزی کے طعنے سے بچنے کی تاویلات بیان کرنے کے قابل ہو گیا۔

بدر کی جنگ وسط رمضان میں ہوئی تھی، قریش کو اپنے زخم چاٹتے اور یہودی شاعر کعب بن اشرف کی تعزیتی مجالسِ گریہ میں رونے اور ماتم سے فرصت ملی تو مدینے پر شب خون مارنے کی تدابیر سوچتے سوچتے دو مہینے گزر گئے۔ کچھ سمجھ میں نہیں آیا، اپنے اعلان پر قایم رہنا زیادہ عرصے ممکن نہ تھا، اس کی بیوی اس سے کہیں زیادہ انتقام کی آگ میں جل رہی تھی کہ بدر میں اس کا باپ عتبہ، اس کا سگا بھائی ولید اور اس کا چچا شیبہ مارے گئے تھے، وہ بہت تیز خاتون تھی جس کے آگے ابو سفیان کی کچھ چلنا ذرا مشکل کام تھا، لہذا اپنے اعلانِ انتقام کو پورا کرنے سے قبل اُس کو ہاتھ لگانا ابو سفیان کے لیے بہت مشکل تھا۔

اوائل ذوالحجہ میں سنہ ۲ ہجری، حرمت والے مہینے کے عین ابھار [peak] پر جب حج کی تقریبات اپنے عروج کی طرف بڑھ رہی تھیں، جنگ بدر کے گیارہ ہفتوں [تقریباً تین ماہ] بعد ذی الحجہ ۲ ہجری میں،

۸ بنائے مدینہ میں دوسرے شریکِ کار مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ تھے، اس بات کو مثال [تشبیہ بلا مشبّہ] سے یوں سمجھیے کہ امریکا میں جو مرتبہ ابراہام لنکن کو اور پاکستان میں محمد علی جناح کو ہے وہی مرتبہ اسلام کی پہلی مملکت مدینہ میں اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کا ہے۔

مسلمانوں کو نخلہ میں حرمتوں کو توڑنے کا طعنہ دینے والے حرمتوں کے داعی نے ساری حرمتوں کو پامال کرتے ہوئے دو سو افراد کو جمع کیا اور مدینے کی جانب روانہ ہوا، پروگرام کے مطابق تیزی سے جانا اور تیزی سے واپس بھاگنا تھا۔ بدر کے موقع پر، سابق سردارِ قریش، ابو جہل جس شان و شوکت سے ڈھول بجاتا اور موسیقی کی دھنوں پر شراب و کباب کی محفلیں سجاتا آیا تھا وہ شان و شوکت دکھانا اب قریش کے بس کی بات نہ تھی۔ نہ ہمت تھی، نہ پیسے تھے، تجارت کے راستے مدینہ کی حکومت نے بند کیے ہوئے تھے، قحط سالی شروع تھی، قریش کی جمع پونجی قیدیوں کو چھڑانے کی نذر ہو رہی تھی۔ جانوروں تک کو کھلانے کے لیے کچھ نہ تھا اور وہ ڈھائی ماہ قبل لشکرِ ابو جہل والی فراوانی نہ تھی کہ روز دس دس اونٹ تو کیا چٹ کرتے، ایک اونٹ بھی ذبح کرنے کی اوقات نہ تھی۔ ستّو [اناج کو ایک پروسیس سے گزار کر، سکھا کر پیس کر بنایا جانے والا پوڈر جو پانی میں شکر کے ساتھ گھول کر پیا جاسکے] کی بوریاں بھر لائے تھے وہی پھانک کر اور پانی مل جائے تو پی کر گزارا تھا۔ پروگرام یہ تھا کہ لشتم پشتم کسی طرح مدینے کے نواح میں کوئی چلتا پھرتا مل جائے تو اُس کو مار کر اور لُوٹ کر واپس بھاگنا تھا۔ تاکہ قسم پوری ہونے کا بہانہ ہو جائے اور سردارِ قریش کا اپنی بیوی کے پاس جانا ممکن ہو سکے۔

ڈرا سہما سردارِ قریش، ابو سفیان جب مدینے سے کوئی بارہ میل پہلے وادیٔ قناۃ کے سرے پر واقع نیب نامی ایک پہاڑی کے دامن میں پہنچا تو خوف نے اُس کے پیر پکڑ لیے اور مزید آگے بڑھنے سے روک دیا۔ وہ سیاہی شب میں اپنے رنگ روٹوں کو خیموں میں چھوڑ کر مضافاتِ مدینہ میں واقع یہود کی بستیوں کے اندر داخل ہوا اور حیی بن اخطب کے دروازہ پر دستک دی۔ حیی نے مسلمانوں کے خوف سے اس کی کسی نوع کی خاطر مدارت کرنے سے انکار کر دیا۔ ابو سفیان مایوس ہو کر بنو نضیر سے تعلق رکھنے والے ایک دوسرے یہودی سردار سلام بن مشکم کے پاس پہنچا جو بنو نضیر کا خزانچی بھی تھا۔ اُس نے ابو سفیان کی خوب مہمان نوازی کی عمدہ کھانے کھلائے اور شراب بھی پلائی اور مدینہ کے حالات اور اُن کی جنگی صلاحیت سے آگاہ بھی کیا۔ رات گئے ابو سفیان واپس کیمپ میں پہنچا اور کچھ سپاہیوں کا ایک دستہ لے کر مدینے کی سرحد پر واقع عریض نامی ایک مقام پر حملہ آور ہوا، کھجور کے ایک دو درخت کاٹے اور جلائے، دو جھونپڑیوں کو بھی آگ دکھا دی اور زراعت میں مصروف ایک انصاری اور اس کے ساتھی کو ان کے کھیت میں پا کر قتل کر دیا اور تیزی سے مکہ واپس بھاگ نکلا۔

رسول اللہ کو جوں ہی اس ڈاکے اور فساد کی اطلاع ملی تو آپؐ نے مدینے کا انتظام ابو لبابہ بن عبد المنذرؓ کو سونپا

اور مسلمانوں کے ایک دستے کو لے کر تعاقب کیا، لیکن وہ کافی آگے نکل چکے تھے۔ مشرکین تیزی سے بھاگنے کے چکر میں اپنا ساز و سامان پھینکتے جا رہے تھے، خاص طور پر ستّو کے بورے جو بہت بھاری تھے اور اُن کو لے کر بھاگنے سے رفتار متاثر ہو رہی تھی۔ مسلمانوں کو سوائے اِن ستو کے بوروں کے کچھ ہاتھ نہ آیا، تاہم مسلمانوں کا رعب مشرکین پر اور مستحکم ہو گیا۔ ابوسفیان کو اپنی قسم سے جان چھڑانے کی ایک تاویل مل گئی، وہ جس شان سے بدر کا بدلہ لے کر آیا تھا، وہ کسی سے پوشیدہ نہیں تھی! لیکن ابوسفیان سے سارے مشرکین کو ہمدردی تھی۔

غزوۂ ذی امر یا غزوہ غطفان یا غزوہ انمار [محرم ۳ھ]

سویق کی مہم سے واپس آئے بمشکل ایک ماہ ہی پورا ہوا تھا (اوائل محرم ۳ ہجری) کہ خبر رسانوں نے ریاستِ مدینہ کو یہ اطلاع فراہم کی کہ بنو ثعلبہ اور محارب کی بہت بڑی جمعیت مدینے پر حملہ کرنے کے لیے جمع ہو رہی ہے۔ یہ اطلاع ملتے ہی رسول اللہ نے عثمان بن عفانؓ کو مدینے میں اپنا جانشین مقرر فرمایا اور مسلمانوں کو مکمل فوجی تیاری کے ساتھ نکلنے کا حکم دیا۔ آپؐ چار سو اصحاب کو لے کر فتنہ گروں کی سرکوبی کے لیے روانہ ہوئے۔ بدر کے بعد تعداد کے اعتبار سے یہ بدر سے بھی بڑی فوجی مہم تھی، جس کی آپؐ بہ نفسِ نفیس خود قیادت فرما رہے تھے۔

راستے میں صحابہؓ نے بنو ثعلبہ کے جبّار نامی ایک شخص کو پایا تو اُسے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں لے آئے۔ آپؐ نے اُس کے سامنے اسلام کی دعوت پیش کی تو اس نے اُسے پسند کیا اور اسلام قبول کر لیا۔ آپؐ نے اسے بلالؓ کے ساتھ کر دیا تاکہ وہ اُسے اسلام سکھائیں۔ اس نے رہبر کی حیثیت سے مسلمانوں کو دشمن کی جگہ تک پہنچنے کا راستا بتایا۔ ابھی دشمن کے مرکز تک نہ پہنچے تھے کہ اطلاع ملی کہ بنو ثعلبہ اور محارب کو جوں ہی مدینہ کی جانب سے اِس فوج کشی کی خبر ملی ہے تو وہ اطراف کی پہاڑیوں میں روپوش ہو گئے ہیں۔ آپؐ نے پیش قدمی جاری رکھی اور اپنے اصحاب کے ہم راہ "ذی امر" نامی چشمے تک تشریف لے گئے۔ اس چشمے کو دشمن نے اپنے لشکر کے جمع ہونے کے لیے منتخب کیا تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے اُن پر رعب و دبدبہ قائم کرنے اور انھیں مدینے کی ریاست کی طاقت و قوت کا احساس دلانے کے لیے کم و بیش دو ماہ وہاں قیام کیا۔ مدینے کے نواح میں بسنے والے قبائل سے مسلمانوں کی براہِ راست کوئی مخاصمت اور دشمنی نہیں تھی لیکن اِن قبائل کی بود و باش کا انحصار مکے کے تجارتی قبائل کے گزرنے پر ملنے

والے معاوضوں اور اُن کی خدمات اور تجارت سے ہونے والی آمدنیوں کے ساتھ معمولی زراعت، مویشی پالنے اور اجنبیوں اور بلا اجازت و معاہدہ گزرنے والوں کی لوٹ مار پر تھا، جب کہ بعض قبائل کا کُلّی دار و مدار لوٹ مار پر تھا۔ یہ سخت کوش آزاد زندگی کے عادی تھے اور اسی میں خوش رہتے تھے۔ مدینے کی ایک منظم سلطنت کے قیام نے اور اُس کی جانب سے مکے کے کاروانوں پر پابندیوں کے نتیجے میں نہ صرف اُن کی آمدنی کا ایک بہت بڑا ذریعہ ختم ہو رہا تھا اور ساتھ ہی یہ خطرہ بھی تھا کہ مدینے کی ریاست قوت پکڑنے کے ساتھ اِن کی حدود کو بھی اپنی ریاست میں ضم کرلے گی اور اُنھیں لوٹ مار کی آزادی رہے گی اور نہ ہی اپنے علاقوں میں اپنی مرضی سے زندگی کے رائج تمدن کو جاری رکھنے کی[9]۔ اگر نبی ﷺ ایک آدھ روز ٹھہر کر مسجد کو واپس آجاتے تو وہ اس کو محض آنکھ مچولی کا کھیل سمجھتے اور دوبارہ لشکر کشی کی تیاریاں شروع کر دیتے، چناں چہ آپؐ نے وہاں طویل قیام کیا ،اس دوران یقیناً مدینے سے رابطہ قایم رہا ہوگا۔ ایک تعداد آپؐ کے ساتھ مقیم رہی ہوگی اور کچھ آتے جاتے رہے ہوں گے، خوراک و رسد کی فراہمی بھی رہی ہوگی۔ کم و بیش دوماہ کے قیام نے اُن کو یقین دلا دیا ہوگا کہ مدینے کی ریاست لوہے کے چنے ہیں جن کو چبانا آسان نہیں ہے۔

سیّدہ ام کلثومؓ کا سیّدنا عثمانؓ بن عفان سے نکاح

رسول اللہ ﷺ صفر کے اواخر میں اپنے مرکز مسجد نبوی، مدینۃ النبی میں واپس تشریف لائے۔ واپسی کے بعد آپؐ نے اپنی بیٹی ام کلثومؓ کا نکاح سیّدنا عثمانؓ بن عفان سے کیا اور رخصتی بھی عمل میں آئی۔ اغلباً واپسی کے چند روز بعد ربیع الاوّل کے ابتدائی ایّام رہے ہوں گے جن میں یہ مبارک تقریب رہی ہوگی۔ وہ تمدن جس میں شادی کی سال گرہ نہیں منائی جاتی تھی، اُن کی تاریخیں بھی یاد نہیں رکھی جاتی تھیں۔ ولیمہ حسبِ توفیق مگر سادگی سے ہوتا تھا، رسومات اور تفاخر کی رسموں کا کوئی سوال ہی نہیں تھا۔ اصل اہمیت اوّلاً شادی پر اللہ تعالیٰ کا شکر یہ ادا کرنا ہوتی تھی، ثانیاً نکاح کے ذریعے سوسائیٹی میں ایک نئے یونٹ کے اضافے کے اعلان کی ہوتی تھی ثالثاً مہمانوں اور مدعوئین کو عمدہ غذا کے پیش کیے جانے کی ہوتی تھی جس کا اجر اللہ سے چاہا جاتا تھا نہ کہ اپنی امارت اور تفاخر جتانے کے لیے۔ آتشبازی، اور موسیقی تو دور کی بات ہے شرافت اور سادگی یہ تھی کہ شرکاء نئے نئے کپڑے پہن کر اور عورتیں بن

9 یہی وہ حقیقی خطرہ ہے جو امریکا، یوروپ کو اور تمام مغربی تہذیب کی پروردہ مسلمان حکومتوں کے صاحبان اقتدار اور اُن کی مسلح افواج کو حقیقی اسلام سے لاحق ہے، اسی بنا پر وہ پورے عالمِ اسلام میں احیائے اسلام کے داعیوں کو Political Islam کا طعنہ دیتے ہیں، مراقبوں اور چلوں میں مصروف اصلاحی اور تبلیغی لوگوں کو آنکھوں پر بٹھاتے ہیں۔

ٹھن کرامارت جتانے اور نئے رشتے تلاش کرنے اور لڑکے لڑکیاں دیکھنے رجھانے کے لیے نہیں آتے تھے۔

غزوہ بحران، ربیع الآخر ۳ ہجری، اکتوبر ۶۲۴ء

ماہ صفر میں غزوہ غطفان سے واپسی کے بعد ربیع الاوّل کا پورا مہینہ آپؐ نے مدینے میں عافیت سے گزارا، ربیع الثانی کے اواخر میں خبر رسانوں نے اطلاع پہنچائی کہ مدینے سے ۲۴ کلو میٹر دور معدنی علاقے بحران [بَحران یا بُحران، معدنی کان کا نام] میں بنی سلیم مدینے پر حملہ کی خاطر جمع ہو رہے ہیں۔ آپؐ نے خبر پاتے ہی عبداللہ بن امِ مکتومؓ کو مدینے کے معاملات کی نگرانی پر مقرر فرمایا اور تین سو اصحاب کو لے کر بحران کی طرف روانہ ہو گئے۔ فتنہ جو لوگ مسلمانوں کے لشکر کی آمد کی خبر سنتے ہی فرار ہو گئے اور آپؐ دو ہفتے یا کچھ کم وہاں ٹھہرنے کے بعد جمادی الاوّل کی کسی تاریخ میں بغیر کسی لڑائی کے واپس تشریف لے آئے، یہ اُن گیارہ غزوات میں سے ایک ہے جس میں قتال کی نوبت نہیں آئی۔

فحش گو شاعر کا قتل (ربیع الاوّل ۳ ہجری)

فحش گو شاعر کعب بن اشرف کی نہ ختم ہونے والی بے ہودگیاں سوہانِ روح بن گئی تھیں۔ اُن دنوں اخبارات، ٹی وی، انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا وغیرہ تو تھا نہیں، اور لوگ آج کے دور کی طرح بے تحاشہ مصروف بھی نہیں ہوتے تھے۔ شعر و شاعری ایک بڑا وقت گزاری کا مشغلہ ہوتا تھا، جو اُس دور کے تمدن میں انسانوں کے پاس بے تحاشہ فارغ اوقات سے خراج لیتا تھا۔ کعب بن اشرف نے مسلمانوں کے گھرانوں کی خواتین کے نام لے لے کر فحش شاعری کا طوفان برپا کیا ہوا تھا۔ یہ شاعری آناً فاناً منافقین کے ذریعے شہر بھر میں پھیل جاتی تھی۔ یہودی باوجود معاہدے کے اس کا کوئی تدارک نہیں کر رہے تھے، کعب سامنے نہیں آتا تھا کہ بات کی جاتی۔ اپنے قلعے نما گھر میں بنو نضیر کے عقب میں بیٹھ کر شاعری، جو اُس دور کا بڑا کاری حربہ تھا اُسے مسلمانوں کو بے آبرو کرنے کا ذریعہ بنائے ہوئے تھا، اِس کے مقابلے میں جوابی بے ہودگی نہیں کی جا سکتی تھی۔ عملاً یہ ایک فرد کی جانب سے ایک نوع کی گوریلا جنگ تھی جس میں دشمن چھپ کر حملہ آور تھا اور اُسے فنا کیے بغیر امن قائم نہیں ہو سکتا تھا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دشمنوں کو اس طرح قتل کرنے کا کبھی سوچا تک نہ تھا۔ ابو لہب اور ابو جہل کو جب چاہتے اپنے فدائین کے ہاتھوں قتل کرا سکتے تھے، لیکن فحش گو شاعر کو تو کسی طور چپ کرانا تھا، خاص طور پر

جب کہ اُس نے مکے جا کر قریش کے ساتھ مل کر کعبے کے پردے پکڑ کر مدینے کی سلطنت کو نیست و نابود کرنے کی قسمیں کھائی تھیں اور دشمنانِ ریاست ، یہود، منافقین اور قریش سے اعلانیہ ساز باز میں تھا۔اِن ہنگامی حالات میں جب ہر آن مکے کی جانب سے بدر کے انتقامی حملے کا خطرہ منڈلا رہا تھا، بنو نضیر پر براہِ راست حملہ خلافِ حکمت تھا ابھی تین ماہ قبل بنو قینقاع کو جلاوطن کیا تھا، اتنی جلدی یہود کے خلاف کوئی دوسری فوج کشی اِن ہنگامی حالات میں خلافِ حکمت تھی۔ چناں چہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کون ہے جو کعب بن اشرف سے نمٹے ؟ کیوں کہ اس نے اللہ اور اس کے رسول ؐ کو اذیت دی ہے۔'' محمد بن مسلمہ ؓ نے اس کام کا بیڑہ اُٹھایا کہ وہ اپنے دو اور دوستوں کے ساتھ مل کر اِس اسلام کے دشمن فحش گو شاعر کو جنگی انداز اختیار کرتے ہوئے دھوکے سے قتل کر دیں گے۔ [کہ جنگ میں دشمن کو دھوکہ دینا جنگی حکمت عملی کے فن کا ایک حصہ ہے۔] محمد بن مسلمہ ؓ نے اپنی ایک ٹیم بنائی جس نے بڑی آسانی سے 'بڑے دانشور، بے وقوف' شاعر کو شیشے میں اُتارا اور رات کو اُس کے قلعے سے باہر آنے پر آمادہ کیا اور قتل کر دیا، خس کم جہاں پاک۔

یہود کے ساتھ معاہدہ (ربیع الاوّل ۳ ہجری)

صبح دم بنو نضیر کے یہود کو جب اپنے محبوب سردار اور محبوب شاعر کے قتل کا علم ہوا تو ان کے غرور اور غصے سے بھرے سینوں میں خوف سے لرزہ طاری ہو گیا کہ مسلمان جو قریش جیسی طاقت کو ابھی شکست دے چکے ہیں اور جنھوں نے بنو قینقاع کو مدینے سے نکالا ہے کہیں اب ہم پر نہ ٹوٹ پڑیں۔ وہ یہ جان گئے کہ محمد [ﷺ] جب یہ جان جاتے ہیں کہ معاہدے کی پاس داری نہیں ہو رہی اور تنبیہ بھی اثر نہیں کر رہی ہے تو کبھی پورے قبیلے کو جلاوطن کر دیتے ہیں اور جب کسی عہد شکن کو سزا دینے کا ارادہ کر لیتے ہیں تو ہمارے محفوظ قلعوں سے مکھن میں سے بال کی طرح نکال کر سر اُڑا دیتے ہیں۔

بنو نضیر اور بنو قریظہ کے سردارانِ یہود شکایت لے کر نبی اکرم ﷺ کے پاس آئے تو اُنھیں بتا دیا گیا کہ فحش گو شاعری کے علاوہ معاہدے کی صریح خلاف ورزی کرتے ہوئے ریاستِ مدینہ کے دشمنوں کے ساتھ مکے جا کر ساز باز کا انجام یہی ہونا تھا اور آیندہ جو بھی ایسی حرکت کرے گا اُسے ایسے ہی انجام سے دوچار ہونا ہوگا۔ سربراہِ ریاست کی حیثیت سے رسول اللہ ﷺ کے جاری کردہ مدینے میں نافذ العمل اعلامیے کی پابندی لازمی ہو گی۔ یہود کے سرداروں نے وعدہ کیا کہ وہ اُس کی پابندی کریں گے اس طرح اُس معاہدے کی تجدید ہو

گئی۔ بعض محققین کو یہ لگا ہے کہ یہ کوئی نیا معاہدہ تھا جو بدر کے بعد ہوا ہے اور اِسے وہ میثاقِ مدینہ [اعلامیہ] کے دوسرے حصے سے تعبیر کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ کوئی نیا معاہدہ نہیں تھا یہ اُسی اعلامیے کا یہود سے متعلق حصہ ہے جس کی پابندی اُن پر لازم کی گئی تھی اور اُنھوں نے اس کی مخالفت نہیں کی تھی اور محمد ﷺ کو مدینے کا سربراہ اور آپؐ کی عدالت، آپؐ کی مقرر کردہ ذمے داریوں اور آپؐ کی مقرر کردہ جغرافیائی حدود کو مدینہ تسلیم کر لیا تھا۔ بنو قینقاع کے اخراج اور کعب بن اشرف کے قتل کے بعد اس معاہدے کی زبانی ہی نہیں تحریری طور پر بھی تجدید کی گئی۔ [ابنِ سعد ۱/۲ صفحہ ۲۳ بحوالہ ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ، پیغمبرِ اسلام، صفحہ ۵۹۵ بیکن بکس لاہور؛ اور رفیق ڈوگر، الامین ﷺ، جلد دوم، صفحہ ۳۸۰، الفیصل لاہور]

منافقین کی ہزیمت

یہود کے ساتھ اس معاہدے کے نتیجے میں آنے والے کچھ عرصے کے لیے مسلمان بیرون مدینہ سے متوقع حملے میں یہود کی طرف سے اُن کا اعلانیہ ساتھ دینے کے خطرے سے محفوظ ہو گئے۔ ساتھ ہی منافقین کی سرگرمیوں میں بھی ایک نوع کی ایک دم کمی آ گئی اگرچہ بدر کی فتح کے بعد عبداللہ بن ابی کی قیادت میں بہت سارے اب تک پیچھے رہ جانے والے منافقین نے ظاہری طور پر اسلام قبول کر لیا تھا۔ اِس طور مسلمان ان بہت سی اندرونی مشکلات سے نکل گئے جن سے وہ گاہے پریشان رہتے تھے اور جن کا دھڑکا ہر دم لگا رہتا تھا۔ اب ان نام نہاد کلمہ گو مسلمانوں کو اپنے اسلام کے اظہار کے لیے پانچ وقت نماز میں آنا پڑتا تھا اور تمام اجتماعی معاملات میں گھسٹنا پڑتا تھا۔ اس بیان سے یہ گمان نہ کیا جائے کہ نفاق دم توڑ گیا، وقتی طور پر کچھ دب گیا، بس۔ نفاق کا فتنہ تو مسلمانوں کو رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ کے آخر تک پریشان کرتا رہا اور بعد میں بھی۔ آج تو وہ موجیں مار رہا ہے! منافقین جو دورِ نبوت میں مدینے میں ۵ سے ۱۰ فی صد کے درمیان تھے [احد کو مدینے سے نکلنے والی ایک ہزار کی فوج میں سے تین سو تو وہی تھے جو کھلی بے وفائی کر گئے، اور کچھ فوج میں باقی رہ گئے جو پانسہ پلٹنے کے بعد عبداللہ بن ابی کے پاس جا کر پناہ لینے کی باتیں کر رہے تھے۔] آج دنیا میں اپنے آپ کو مسلمان کہنے والوں میں عملی طور پر منافقین ناقابل بیان عظیم اکثریت میں ہیں، اسلام کی اقامت کی راہ میں ہمارے تمام غیر مسلم دشمنوں کے بجائے یہ لوگ زیادہ سدِّ راہ ہیں۔ اسی لیے آج اسلام کے احیاء کے لیے اُٹھنے والے ہر دستے کا یہ مطالبہ ہونا چاہیے کہ اپنی زندگیوں کو نفاق سے پاک کر لو۔

حفصہؓ کی عدت کی تکمیل پر رسول اللہ ﷺ سے شادی (ربیع الاوّل ۳ ہجری)

بدر کے واقعہ کے بعد اور غزوہ اُحد سے قبل، سال بھر کے اندر ایک کے بعد ایک معاملہ درپیش رہا۔ جیسا کہ گزشتہ صفحات میں آپ نے پڑھا کہ غزوۂ ذی امر/غطفان سے واپسی پر اُمِ کلثومؓ کی شادی عثمان بن عفانؓ سے ہوگئی اور پھر چوں کہ عمر بن الخطابؓ کے داماد مرحوم خنیسؓ کی وفات کو چار ماہ گزر چکے تھے، حفصہؓ کی عدت پوری ہوگئی تو ازواج النبیؐ، سودہ اور عائشہ رضی اللہ عنہما کے حجروں کے ساتھ اُن کے لیے بھی ایک حجرہ مشرقی جانب تعمیر کیا گیا۔ اور وہ بھی رسول اللہ ﷺ کی کارِ نبوت میں معاونت کرنے کے لیے آپ ﷺ کی زوجیت میں داخل ہو گئیں۔ پہلے سے موجود دو بیویوں کے درمیان تیسری خوبصورت اور پڑھی لکھی نوجوان لڑکی، حفصہ رضی اللہ عنہا کی آمد سے رسول اللہ کے گھرانے کی محبت بھری فضا میں کوئی خلل واقع نہیں ہوا۔ عائشہؓ تو خوش ہوئیں کہ ان کو قریباً ایسا ہم عمر ساتھی مل گیا جس نے ایک ہی شہر میں ایک ہی جیسے ماحول میں پرورش پائی تھی۔ دونوں نوجوان بیویوں کے مابین ایک مضبوط دوستی کا رشتہ قائم ہو گیا۔ شیخین رضی اللہ عنہما [ابو بکرؓ اور عمرؓ] کے باہمی قریبی تعلقات کی وجہ سے امہات المومنین عائشہؓ اور حفصہؓ کے درمیان بھی بڑی قربت پیدا ہو گئی۔ سودہ رضی اللہ عنہا جو بہ لحاظ عمر عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے ایک ماں کی طرح تھیں انہوں نے نو وارد کو بھی اپنی مادرانہ شفقت میں لے لیا جو اُن کی بیٹیوں جیسی عمر کی تھیں ۔

<u>حفاظتِ قرآن و حدیث:</u> حفصہ رضی اللہ عنہا سے ساٹھ احادیث منقول ہیں جو انہوں نے براہ راست اپنے شوہر رسول اللہ ﷺ اور اپنے والد عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے سماعت فرمائی تھیں، ان میں سے چار متفق علیہ ہیں، جن کے علاوہ مزید چھ صرف 'مسلم' میں ہیں اور باقی پچاس مختلف کتبِ احادیث میں منقول ہیں۔ آپ کاتب وحی بھی رہیں اور تدوین قرآن میں آپ پر اعتماد کیا گیا، پہلا مکمل نسخہ آپکی تولیت میں رہا جس کی نقلیں خلیفہ سوم نے ساری دنیا میں بھجوائیں۔

کھجور کے درخت کا تنازعہ

یہی وہ زمانہ تھا جب ایک حادثہ آپؐ کے لیے ملال کا باعث بن گیا۔ رسول اللہ ﷺ کی ابولبابہ کے بارے میں بہت اچھی رائے تھی۔ اِس کا اندازہ اس بات سے کیجیے کہ بدر کی جانب کوچ کے دوران آپؐ نے ابولبابہؓ کو مدینہ میں اجتماعی ذمہ داریاں [نماز باجماعت، قضیوں کے فیصلے وغیرہ] انجام دینے کے لیے انتظامی امور میں اپنا قایم مقام مقرر کر کے واپس کر دیا تھا۔

اسی سال کے آخر میں ایک یتیم بچہ جو ابولبابہ کی سرپرستی میں تھا آپؐ کے پاس آیا اور شکایت کی کہ اُس کے

سرپرست نے کھجور کے ایک پھل دار درخت پر جو اُس کی ملکیت ہے ناجائز قبضہ کر رکھا ہے۔ یتیم بچے کی جانب سے ملکیت کے دعوے کو سن کر رسول اللہ ﷺ نے ابولبابہ کو بلا بھیجا انہوں نے جواباً کہا کہ کھجور کا درخت اُن کی اپنی ملکیت ہے اور پھر جب تحقیق کی گئی تو معلوم ہوا کہ کھجور کا درخت واقعی ابولبابہ کی ملکیت ہے اور بچے کو غلط فہمی ہوئی ہے یا کسی نے اُس کو جان بوجھ کر یا نادانی سے غلط معلومات مہیا کی ہیں۔ رسول اللہ نے مقدمہ کی سماعت کر کے فیصلہ ابولبابہؓ کے حق میں دیا یتیم جو اس درخت کو اپنی ملکیت سمجھتا تھا اس فیصلہ پر بہت دل برداشتہ ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس یتیم بچے کی مغمومیت کو محسوس کر کے ابولبابہ سے چاہا کہ تم خود ہی یہ درخت اس یتیم کو دے دو تو تمھیں جنت میں ایسا ہی درخت مل جائے گا لیکن اس سارے معاملے میں شرعی قانون کے مطابق اپنے حق کے شعور اور زیرِ سرپرست یتیم بچے کی جانب سے عدالت میں مقدمہ دائر ہونے کے نتیجے میں جو فطری خفّت اُن کے حصے میں آئی تھی اُس نے ابولبابہ کو اس حد تک سخت کر دیا تھا کہ انہوں نے صاف انکار کر دیا۔ اس موقع پر موجود أبوالدحداح الأنصاريؓ نے رسول اللہ سے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسولؐ اگر میں اس درخت کو خرید کر اس یتیم کو دے دوں تو کیا ایسا ہی درخت مجھ کو جنت میں مل جائے گا آپؐ نے فرمایا یقیناً ملے گا چنانچہ وہ ابولبابہؓ کے پاس گئے اور اس درخت کو ابولبابہؓ کے منہ مانگے مہنگے داموں خرید لیا اور پھر أبوالدحداح الأنصاريؓ نے وہ درخت یتیم کو دے دیا۔ رسول اللہ نے یہ سب کچھ سن کر بہت خوشی کا اظہار کیا لیکن گمان کیا جا سکتا ہے کہ جس طرح خواہش پوری کرنے پر ابن الدحداحؓ سے آپؐ مطمئن ہوئے ہوں گے اُسی طرح مدینے پر گورنر بنائے جانے والے ابولبابہؓ جیسے بااعتماد فرد کی جانب سے خواہش کے پوری نہ کرنے پر آپؐ انسانی فطرت میں ودیعت دل گرفتگی سے کیوں کر محفوظ رہے ہوں گے۔ آنے والے دنوں میں ابولبابہؓ نے اپنے آپ کو مسجد کے ایک ستون سے باندھا ہوا تھا، اس بندش میں اس درخت کو نہ دینے کی بھی خفت شامل تھی۔ یہ واقعہ چوں کہ اُحد کے بعد کا ہے اس لیے اس بیان کو وہاں تک پہنچنے تک کے لیے موخر کرتے ہیں۔

آیات اظہارِ دین کی نزولی ترتیب

اللہ نے اپنے پیغمبرؐ کا مقصدِ بعثت اس سورت میں یوں بیان کیا: "هُوَ الَّذِیٓ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰی وَ دِیۡنِ الۡحَقِّ لِیُظۡهِرَهٗ عَلَی الدِّیۡنِ كُلِّهٖ" آنے والے ایّام میں سورہ فتح اور اور سورہ توبہ میں بھی یہی بیان کیا گیا جیسا کہ اس سورہ میں بیان کیا گیا ہے۔

ترتیب تلاوت کے لحاظ سے آپ اِسے قرآن مجید میں سب سے پہلے مصحف کی نویں سورہ، سُوۡرَۃُ التَّوۡبَۃ میں پاتے ہیں پھر ۴۸ ویں سورہ، سُوۡرَۃُ الۡفَتۡح میں اور سب سے آخر میں زیرِ مطالعہ سُوۡرَۃُ الصَّف میں یہ وارد ہوئی۔[آیات کا متن صفحہ ۷۴ پر دیا گیا ہے]

غور فرمائیں تو یہ بات واضح ہو جائے گی کہ قرآن مجید میں جو سب سے پہلے سُوۡرَۃُ التَّوۡبَۃ میں درج ہے وہ درحقیقت زمانی اعتبار سے سب سے آخر میں نازل ہوئی تھی۔ اور جو سب سے پہلے سُوۡرَۃُ الصَّف میں نازل ہوئی تھی وہ قرآن مجید میں سب سے آخر میں درج ہے۔ اس ترتیبِ نزولی کی توجیہ یوں کی جاسکتی ہے کہ:

اظہارِ دین [یعنی غلبہ دین] کے لیے دوسری ہجری کے اواخر میں سُوۡرَۃُ الصَّف میں اہلِ ایمان کو تیار ہو جانے کا اشارہ ملا کہ اب اِس کا وقت اب قریب آلگا تھا، جب کہ گزشتہ ۱۵ برسوں میں اس کا دُور دُور امکان نہیں تھا لہٰذا قبل از وقت مکہ میں یا بدر سے قبل اِس غیر متعلق موضوع کو نہیں چھیڑا گیا۔ جیسے شیر خوار کی شادی کے انتظامات کے بجائے اُس کے لیے دودھ کے فیڈر کا انتظام کیا جاتا ہے اور دولھا بنانے کی بات برسوں بعد کی ہوتی ہے۔ ہجرت کے چھٹے برس صلح حدیبیہ (ذوالقعدہ ۶ ہجری) کے بعد واپس آتے ہوئے سُوۡرَۃُ الۡفَتۡح میں اِس کو پھر یاد دلایا گیا کہ مشرکین عرب اور حجاز کے یہود پر جو واضح غلبہ سر پر آلگا ہے، آنکھوں کو اگرچہ نظر نہیں آرہا مگر اعلانِ فتح مبین کے ساتھ مقصدِ فتح مبین بھی نگاہوں میں مرکوز رہے۔ جب یہود کو مدینے اور نواحِ شہر سے بے دخل کرنے کے بعد سنہ ۹ ہجری میں حج کے موقع پر مشرکین کو چند ماہ کے اندر حجاز چھوڑنے کا حکم دیا جارہا ہے اِس مقصدِ رسالت کو پھر سُوۡرَۃُ التَّوۡبَۃ میں دھرایا جارہا ہے کہ اب یہ پورا ہونا ہی ہونا ہے۔ افسوس کہ قریب قریب ڈیڑھ ہزار برس کے بعد جبہ ودستار پہنے، قال اللہ اور قال رسولؐ اللہ سے زبانیں تر رکھنے والے ایسے خادمانِ دین آجائیں جو اس غلبہ دین کو تقاضائے دین کہنے سے ہی انکار کردیں، کجا مانند مسلمانی!

☆☆☆☆☆